Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Tarjuma tul Quran
Class 11

Surah Aal-Imran

Printed Notes

FBISE

Follow Our Socials

studybeesofficial

studybeesofficialpak

studybeesofficialpak

پرچہ ترجمۂ قرآنِ مجید برائے گیارہویں جماعت کاخاکہ

حصہ اول۔ معروضی سوالات (MCQs) (10نمبر)

- شاملِ نصاب چار (04) سورتوں کے تعارف اور شانِ نزول پر مبنی آٹھ معروضی سوالات (MCQs) حصہ اول میں شامل ہوں گے۔
- **گیارہویں** جماعت کے لیے مختص سورتوں میں سے منتخب کردہ اسی (80) الفاظ پر مبنی دو معروضی سوالات (MCQs) حصہ اول میں شامل ہوں گے۔

حصہ دوم۔ مختصر جواب والے سوالات (SRQs) (24نمبر)

(الف): شاملِ نصاب سورتوں کے تعارف اور شانِ نزول پر مبنی پانچ مختصر جواب والے سوالات (SRQs) حصہ دوم میں پوچھے جائیں گے۔ ہر سوال دو نمبروں پر مشتمل ہوگا۔ (5x2=10)

(ب) : شاملِ نصاب سورتوں میں سے منتخب کردہ اسی (80) الفاظ پر مبنی پانچ الفاظ کے معانی حصہ دوم میں پوچھے جائیں گے۔ (1x5=5)

(ج): شاملِ نصاب سورتوں کی آیات اور ان کے ترجمہ کے مفہوم پر مبنی تین تین نمبر کے تین سوالات حصہ دوم میں دیے جائیں گے۔ (3x3=9)

حصہ سوم۔ تفصیلی جواب والے سوالات (ERQs) (16نمبر)

شاملِ نصاب سورتوں میں موجود تعلیمات کے فہم اور ان تعلیمات پر عمل کرنے کے دنیاوی واخروی فوائد اور ان پر عمل سے گریز کے نقصانات پر مبنی منتخب مضامین میں سے دو تفصیلی سوالات حصہ سوم میں دیے جائیں گے۔ ہر سوال کے آٹھ (8) نمبر ہوں گے۔ (8x2=16)

سورۃ آلِ عمران کے منتخب الفاظ معانی

الفاظ.	معانی	الفاظ	معانی
القَیّومُ	سنبھالنے والا	الرّاسِخون	مضبوط
مُحکَمات	محکم / پختہ	تُولِجُ	تو داخل کرتا ہے
متشبھٰت	تشابہ	شَھِدَ	س نے گواہی دی
زیغ	جی	اختلف	اس نے اختلاف کیا
الفُرقان	فرق کرنے والا	رَؤوْف	شفقت کرنے والا
حبِطَتْ	ضائع ہو گئی	تَنزِعُ	تو چھین لیتا ہے
تحِبُّونَ	تم محبت رکھتے ہو	ذُرِّیَّة	اولاد
اصبروا	تم صبر کرو	حاجّک	اس نے آپ سے جھگڑا کیا
قضیٰ	اس نے فیصلہ کیا	لَا تَحْزَنُوا	تم غمگین نہ ہو
لَا تَتَّخِذُوا	تم نہ بناؤ	طائفة	ایک جماعت
یضِلُّونَ	وہ گمراہ کرتے ہیں	یَخْتَصُّ	وہ خاص کرلیتا ہے
أوفی	اس نے پورا کیا	کونُوا	ہو جاؤ / بن جاؤ

Studybeesofficial

سورۃ آل عمران کے منتخب مضامین

1. غزوہ بدر واحد
2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام (پیدائش، نبوت، معجزات اور رفع)
3. اہل کتاب کے باطل عقائد کا رد اور ان سے مکالمہ و مباہلہ
4. امر بالمعروف و نہی عن المنکر
5. اعتصام بحبل اللہ
6. تفکر فی الخلق اور ذکر الٰہی

تعارف سورہ آل عمران

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ مبارکہ کا نام آل عمران ہے یہ آیت 33 سے لیا گیا ہے۔ حضرت عمران حضرت مریم علیہا السلام کے والد گرامی اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نانا محترم ہیں۔ سورہ آلِ عمران مدنی سورت ہے، یعنی یہ سورت ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

اکثر مفسرین کے مطابق اس کا کچھ حصہ غزوۂ بدر (۲ ہجری) کے بعد نازل ہوا، جبکہ آخری حصے غزوۂ اُحد (۳ ہجری) کے بعد۔ مدینہ میں نجران (یمن کے قریب ایک علاقہ) سے عیسائیوں کا ایک وفد آیا، جس میں ان کے ستر کے قریب پادری اور علماء شامل تھے۔ یہ نبی کریم ﷺ سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت (خدائی) کے بارے میں بحث کرنے آئے۔

یعنی یہ سورت مسلمانوں کے ابتدائی سیاسی، معاشرتی اور عقیدتی مرحلے کی رہنمائی کرتی ہے۔

آیات و رکوع:

یہ سورت **۲۰۰ آیات** اور **۲۰ رکوع** پر مشتمل ہے۔

قرآنِ مجید کی تیسری سورت ہے۔

مرکزی مضامین:

1. **توحید اور رسالت** کی وضاحت
2. **حضرت عیسیٰؑ کی حقیقت** اور عیسائی عقائد کی اصلاح
3. **اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ)** سے مکالمہ اور ان کی علمی غلطیوں کی نشاندہی
4. **غزواتِ بدر و اُحد** کے واقعات اور ان سے حاصل ہونے والے سبق
5. **ایمان، صبر، استقامت** اور **اطاعتِ رسول ﷺ** کی ہدایت
6. **آخرت پر یقین** اور **شہداء کے مقام** کا بیان

سورۃ آلِ عمران کے فضائل (احادیث کی روشنی میں)

1۔ قیامت کے دن بادل بن کر سایہ کرنا

نبی کریم ﷺ نے اس سورت کو قیامت کے دن تپتی دھوپ میں سایہ بننے والی سورت قرار دیا ہے۔

Studybeesofficial

حدیث " :تم قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا۔ تم دو چمکتی ہوئی سورتیں البقرہ اور آلِ عمران پڑھا کرو، کیونکہ قیامت کے دن وہ اس طرح آئیں گی جیسے وہ دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا پرندوں کی دو قطاریں ہوں، وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے (اللہ کے سامنے) دفاع کریں گی۔ "

حوالہ : صحیح مسلم، حدیث نمبر:1874، 804

2۔ اسمِ اعظم کی موجودگی

اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ کا وہ نام چھپا ہے جس سے مانگی گئی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

حدیث : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا اسمِ اعظم ان دو سورتوں میں ہے: ایک سورۃ البقرہ کی آیت (وإلهكم إله واحد...) اور دوسری سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی آیت (الم، الله لا إله إلا هو الحي القيوم)۔ "حوالہ : جامع ترمذی، حدیث نمبر:3478 / سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:1496

3۔ گناہوں کی معافی اور فرشتوں کی دعا

جو شخص اس سورت کی تلاوت کی عادت بناتا ہے، کائنات کی پاکیزہ مخلوق اس کے لیے بخشش طلب کرتی ہے۔

حدیث " :جو شخص جمعہ کے دن سورۃ آلِ عمران پڑھے گا، رات ہونے تک فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

"حوالہ : سنن دارمی، حدیث نمبر:3432

4۔ رات کے وقت تلاوت کی فضیلت

نبی کریم ﷺ خود بھی اس سورت کی آخری آیات سے بہت محبت فرماتے تھے۔

حدیث : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو آسمان کی طرف نظر کر کے سورۃ آلِ عمران کی آخری دس آیات (ان فی خلق السموات والارض...) تلاوت فرماتے۔ حوالہ : صحیح بخاری، حدیث نمبر:4569 / صحیح مسلم، حدیث نمبر:763

5۔ اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ

صحابہ کرام کے دور میں اس سورت کا علم رکھنے والے کو بہت عزت دی جاتی تھی۔

حدیث : حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جو شخص سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران پڑھ لیتا (یعنی زبانی یاد کر کے سمجھ لیتا)، وہ ہماری نظروں میں بہت عظمت والا سمجھا جاتا تھا۔ "حوالہ : مسند احمد، حدیث نمبر:12101

6۔ الزھراوین (دو چمکتی ہوئی سورتیں)

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کو ایک خاص لقب **"الزھراوین "** عطا فرمایا ہے، جس کا مطلب ہے "دو نہایت روشن اور چمکتی ہوئی سورتیں"۔

- **حدیثِ مبارکہ** " قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ یہ روزِ قیامت اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا۔ دو روشن سورتیں **البقرہ اور آلِ عمران** پڑھو، یہ قیامت کے دن دو بادلوں کی طرح یا پرندوں کی صف بستہ ڈاروں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے (اللہ کے سامنے) جھگڑا (دفاع) کریں گی۔"

مستند حوالہ : صحیح مسلم:1874 (کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرہ)

7۔ سورۃ آلِ عمران کی آخری آیات کی فضیلت

اس سورت کے اختتامی حصے کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال نہایت اہم ہیں۔

- **پوری رات کی عبادت کا ثواب :** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"جو شخص رات میں سورہ آلِ عمران کی آخری آیات پڑھے گا تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔"

مستند حوالہ : سنن دارمی:3433 / مشکاۃ المصابیح:2112

Studybeesofficial

8۔ دونوں سورتوں میں مشابہت (دعاؤں پر اختتام)

ایک منفرد نکتہ یہ ہے کہ دونوں سورتوں کا اختتام مومنوں کی عاجزانہ دعاؤں پر ہوتا ہے، جو بندے کا اللہ سے تعلق ظاہر کرتی ہیں:

1. **سورۃ البقرہ کا اختتام:** اللہ کی رحمت اور مغفرت کی طلب پر ہوتا ہے (آیت 286)۔
2. **سورۃ آلِ عمران کا اختتام:** اللہ کے منادی (نبی ﷺ) پر ایمان لانے اور گناہوں کی معافی کی دعا پر ہوتا ہے (آیات 191 تا 194)۔

1۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد

سوال: سورہ آل عمران میں غزوہ بدر اور غزوہ احد کا ذکر کیس طرح کیا گیا ہے؟

جواب غزوۂ بدر کا تعارف

غزوۂ بدر رمضان 2 ہجری میں ہوئی۔ مدینہ کے مسلمان کم تعداد (313)، محدود وسائل، اور ابتدائی حالت میں تھے۔ قریش کی فوج تقریباً ایک ہزار تھی، گھوڑے، تلواریں اور ہتھیاروں سے لیس۔ مسلمانوں کا مقصد قریش کے قافلے کو روکنا اور اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کمزور کرنے والے منصوبے کا مقابلہ کرنا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی طاقت کم ہونے کے باوجود ایمان اور صبر کے ساتھ میدان میں قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حوصلے بلند کیے اور فرشتوں کی مدد کا وعدہ بھی دیا۔

سورۃ آلِ عمران میں آیات کا پس منظر اور مقصد

(آیت 13):

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

ترجمہ: تمہارے لیے ایک نشانی ہے جب دو لشکر آپس میں ٹکرائے، ایک لشکر اللہ کے راستے میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا، اور وہ انہیں اپنی آنکھوں سے برابر دیکھ رہے تھے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی نصرت سے مدد دیتا ہے۔ یقیناً اس میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کے لیے ایک نشانی اور سبق کے طور پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دو لشکروں کی ملاقات کا ذکر کیا تاکہ مومنوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ظاہری طاقت یا تعداد کے اعتبار سے حالات غالب لگیں، لیکن حقیقی فتح اور نصرت صرف اللہ کی مدد سے حاصل ہوتی ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمان کمزور نظر آ رہے تھے، اور دشمن انہیں دوگنا نظر آ رہا تھا۔ اس کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ نصرت انسانی طاقت پر نہیں بلکہ اللہ کی رضا اور نصرت پر منحصر ہے۔

یہاں یہ بھی اہم ہے کہ سورۃ انفال میں بدر کا ذکر مختصر اور زیادہ جنگی زاویے سے آیا، جہاں صرف معرکہ اور نتائج پر توجہ دی گئی۔ جبکہ سورۃ آلِ عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان ہوا تاکہ ایمان والوں کے لیے عبرت واضح ہو، ان کے حوصلے بلند ہوں اور وہ سمجھ سکیں کہ اللہ کی نصرت ایمان، صبر اور تقویٰ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

آیات 123–125 مزید وضاحت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو اللہ کی مدد حاصل ہوئی، فرشتوں کی حمایت سے ان کے حوصلے بلند ہوئے اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔ یہاں یہ سبق دیا گیا کہ فتح صرف اللہ کی مدد سے ممکن ہے، انسان کی کمزوری یا دشمن کی زیادتی کوئی رکاوٹ نہیں۔

2. **آیات 123–125 (سورہ آل عمران):**

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ
بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ

ترجمہ:

"اور اللہ نے تمہیں بدر میں مدد دی جب تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرو تا کہ شکر گزار ہو۔ جب تم مومنوں سے کہتے تھے کہ کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارے رب تمہیں تین ہزار فرشتے بھیج دے؟

وضاحت: دو لشکروں کا مقابلہ اللہ کی طرف سے ایک امتحان اور نشانی تھا۔ مومن کمزور دکھائی دیتے ہیں مگر اللہ کی نصرت سے غالب آتے ہیں۔ فتح اللہ کی نصرت کے ساتھ ظاہر ہوئی، انسانی تعداد یا طاقت کامیابی کی ضمانت نہیں۔ ایمان اور توکل سب سے بڑی طاقت ہیں، فتح صرف اللہ کی رضا اور نصرت سے ممکن ہے۔

غزوۂ اُحد۔

پس منظر و تاریخی حقائق:

غزوۂ اُحد شوال 3 ہجری میں مدینہ کے قریب ہوا۔ قریش نے بدر کا بدلہ لینے کے لیے بڑا لشکر لے کر آیا۔ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو میدان میں مورچوں پر تعینات کیا، خاص طور پر 50 تیر انداز پہاڑی پر رکھے۔ ابتدا میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، لیکن تیر اندازوں نے مالِ غنیمت کے لالچ میں اپنی جگہ چھوڑ دی، جس سے دشمن نے پیچھے سے حملہ کیا۔ نتیجتاً مسلمانوں کو جزوی شکست ہوئی۔ نبی ﷺ اور مومن صبر، توکل اور اللہ کی مدد کے ساتھ حالات کو سنبھالنے میں کامیاب ہوئے۔ اتحاد اور اطاعت کامیابی کی شرط ہے۔ شکست بھی امتحان ہے اور اس میں صبر اور توکل کی ضرورت ہے۔ ایمان والوں کے لیے اللہ کی نصرت ہمیشہ ممکن ہے، بشرطیکہ وہ صبر و ایمان کے ساتھ عمل کریں۔

آیات اور وضاحت

آیات 121–122 (سورہ آل عمران):

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ: "جب آپ اپنے اہل خانہ سے نکلے اور مومنوں کو لڑائی کے لیے جگہیں تفویض کیں، اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب تم میں سے دو گروہ ہچکچانے لگے، اللہ اُن کا سرپرست تھا، اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔"

وضاحت: یہ آیات مسلمانوں کو سبق دیتی ہیں کہ میدان میں حکمت عملی اور اللہ پر توکل ضروری ہے۔ نبی ﷺ نے ہر سپاہی کی جگہ اور کردار مقرر کیا۔ ایمان، اطاعت اور توکل کے بغیر فتح ممکن نہیں۔

آیات 140–152 (سورہ آل عمران):

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ
وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ...
وَلَمْ يُقَاتِلُكُمْ فِي صَيْفِكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنكُمْ ۗ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

ترجمہ:

" "دیکھو! ڈرو نہیں اور غمگین نہ ہو، تم غالب ہو اگر تم مومن ہو" بے شک اللہ نے تمہیں اپنے وعدے کی سچائی دکھائی جب تم نے ان (دشمن) کو اپنی استطاعت کے مطابق دیکھا، لیکن جب تم ناکام ہوئے اور معاملے میں جھگڑے ہوئے، اور تم نے نافرمانی کی، تو" اور دشمن نے تم پر تمہارے مقام پر صرف تھوڑا ہی حملہ کیا، اللہ سے ڈرو تا کہ شکر گزار بنو۔"

آیات کا مقصد اور وضاحت:

1. **ڈرو اور مایوس نہ ہو**: شکست کے باوجود ایمان والے غالب رہتے ہیں، کیونکہ اللہ کی نصرت ہمیشہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔
2. **اللہ کا وعدہ سچ ہے**: اللہ نے پہلے نصرت کا وعدہ کیا تھا اور بعد میں دکھایا کہ مومن اللہ پر توکل کریں تو مدد ملتی ہے۔
3. **نافرمانی اور جھگڑے نقصان دہ ہیں**: مومنوں کی ہچکچاہٹ اور آپس میں اختلاف نے نقصان پہنچایا، اس لیے اطاعت اور اتحاد ضروری ہے۔

Studybeesofficial

4. **شکر گزاری کی تعلیم** :حالات آسان ہوں یا مشکل، اللہ کی مدد اور نصرت پر شکر گزار رہنا ایمان کی نشانی ہے۔

اہم سبق اور نتائج

1. مسلمانوں کو نصرت صرف اللہ کی رضا اور مدد سے ملی، انسانی طاقت سے نہیں۔
2. فتح کے لیے **اتحاد، حکمت عملی اور نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت** ضروری ہے۔
3. خوف یا لالچ نقصان کا باعث بنتے ہیں، اور ایمان کے بغیر فتح ناممکن ہے۔
4. شکست بھی امتحان ہے؛ صبر اور اصلاح کے ذریعے دوبارہ طاقت حاصل کی جاسکتی ہے

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش، نبوت، معجزات، رفع

سوال: قرآنِ مجید کی سورۃ آل عمران کی آیات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش، نبوت، معجزات، رفع متعلق وضاحت سے بیان کیجئے۔

جواب: 1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا تعارف — آیتِ 45 (آلِ عمران)

:إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔

ترجمہ: جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تمہیں اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہو گا، جو دنیا اور آخرت میں معزز اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہو گا۔

حضرت عیسیٰؑ کا لقب "مسیح" قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے "مسیح" کے دو بنیادی معانی مفسرین نے بیان کیے ہیں:

1. مسیح بمعنی "مسّ یا مسح کرنے والا — "یعنی وہ ذات جو اپنے دستِ مبارک سے کسی مریض کو چھوتے اور اللہ کے حکم سے شفا عطا ہو جاتی۔ اس لحاظ سے لفظ "مسیحائی" (یعنی شفا بخشی) اسی سے نکلا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں قرآن (سورہ آل عمران 49) میں فرمایا گیا:

"وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ"

یعنی "میں پیدائشی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔"

اس لیے آپ کو "مسیح" کہا گیا، کیونکہ آپ اللہ کے حکم سے ہاتھ پھیر کر شفا عطا فرماتے تھے۔

2. مسیح بمعنی "سیاحت کرنے والا — "یعنی وہ جو زمین میں کثرت سے سفر کرے۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ تبلیغِ دین کے لیے مختلف علاقوں میں سفر کرتے رہے، اس لحاظ سے بھی یہ لقب ان پر منطبق ہوتا ہے۔

- "وجیھاً فی الدنیا والآخرۃ "اور "من المقرّبین :"یہ عبارتیں ان کے دنیا و آخرت میں معزز مقام، الٰہی قرب اور فضیلت کو واضح کرتی ہیں — نہ کہ الٰہی ذات کی۔ قرآن کا مقصد یہ بھی واضح کرنا ہے کہ ان کا مقام بہت بلند ہے مگر وہ اللہ کے بندے اور نبی ہیں۔

مفسرین (ابن کثیر، قرطبی وغیرہ) اس آیت میں "کلمۃ منہ "کو یہ بتاتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا تو حضرت عیسیٰ کا وجود واقع ہوا — اس لیے پیدائش کا طریقہ معجزاتی ہے مگر ذاتی الوہیت کی دلیل ہرگز نہیں۔ یہ نقطۂ فکر بعد کی مسیحی دعواؤں کی تردید بھی کرتا ہے۔

2۔ پیدائشِ معجزاتی — آیتِ 47 اور 59 (آلِ عمران)

آیتِ 47 ترجمہ) : مریم نے کہا: میرے لیے بچہ کیسے ہو گا جب مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا؟ فرمایا: ایسا ہی ہو گا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے 'ہو جا' تو وہ ہو جاتا ہے۔

آیتِ 59 (ترجمہ) : بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مانند ہے؛ اس نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر کہا 'ہو جا' اور وہ ہو گیا۔

- یہ آیات واضح طور پر بتاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت ایک خالص معجزہ تھی: مریم علیہا السلام کی کنواری حیثیت اور باپ کے بغیر ولادت اس معجزے کا لوازم ہیں۔ قرآن خود محدود انداز میں بتاتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کا مظہر ہے، نہ کہ کسی انسانی یا الٰہی ملاپ کا نتیجہ۔
- **مقابلۂ آدم :** آیت 59 میں عیسیٰ کی مثال آدم کے مقابل رکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کو سمجھ آئے کہ "بغیر والد" پیدا کرنا خدا کے لیے مشکل نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی مانند ہے۔ یعنی اگر باپ کے بغیر پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہو تو پھر آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کیے گئے تھے! پھر تو ان کے بارے میں خدائی کا دعویٰ زیادہ کیا جانا چاہیے تھا، لیکن ایسا نہیں۔ لہٰذا عیسیٰ کی پیدائش ایک اللہ کی قدرت کی نشانی ہے، نہ کہ الوہیت یا خدائی کا ثبوت۔
- **لفظی ربط" :** قُلْ" کی ساخت اور "کُن فَیَکون" کی آواز اللہ کے قضاو قدر، الفاظِ امر اور تخلیقی فعل کی قوت کو بیان کرتی ہے۔

3۔ بچپن میں کلام و نبوت — آیتِ 46 (آلِ عمران) اور آیاتِ مریم کی مطابقت

آیتِ 46 (ترجمہ) : اور وہ (عیسیٰ) گہوارے میں لوگوں سے بات کرے گا اور کَہلًا (بالغ) بھی، اور وہ نیک لوگوں میں سے ہو گا۔

سورۃ مریم حوالہ : گہوارے میں عیسیٰ نے فرمایا: "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا" (مریم:30) — یہ آیت سورۃ آلِ عمران کی آیت 46 کے مفہوم کی تکمیل ہے۔

- **گہوارے میں کلام :** اس معجزے کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک نوزائیدہ کا بیان کرنا خود اللہ کی نعمت اور نشانی ہے — اس عمل سے ان کی نبوت کی تصدیق ہوئی۔ قرآن بتاتا ہے کہ بشرانہ طور پر اس عمر میں بولنا نہیں ہو سکتا، اس لیے یہ ایک واضح آفاقی نشانی تھی۔
- **کامل نبوت کا اشارہ :** اس کلام نے عوام میں سچائی اور ان کی نبوت کے ثبوت کو بڑھایا — نبی بنائے جانے کی بات ساری امتِ بنی اسرائیل کے سامنے آئی۔
- **من الصالحین :** 'ان کی شخصیت کی اخلاقی بلندی، تقویٰ اور عبادت و حکمت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کا کردار محض معجزوں سے نہیں بلکہ پرہیز گاری و علم و حکمت سے منسلک تھا۔

4۔ کِتاب، حکمت، تورات و انجیل سکھایا جانا — آیتِ 48 (آلِ عمران)

آیتِ 48 (ترجمہ) : اور اللہ اس کو کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائے گا؛ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا۔

- **الکتاب :"** عام معنی میں وہ الہامی علم یا الہامی پیغام جو اس کے پاس تھا — بعض مفسرین اسے انجیل سے منسلک کرتے ہیں، یعنی جو الہام یا کتاب ان پر نازل ہوا۔
- **"الحکمۃ :"** مذہبی و فقہی بصیرت، عمل کی سمجھ، دلیل و استدلال اور اخلاقی بصیرت۔
- **"التوراۃ و الانجیل :"** اللہ نے انہیں تورات کی صحیح تشریح و سمجھ بخشی اور ان پر انجیل نازل ہوئی۔ قرآن اس سے یہ پیغام دیتا ہے کہ ان کی تعلیم تورات کے پیغام کے مطابق تھی، اور وہی توحید و عبادتِ خالص کو دوبارہ زندہ کرنے آئے تھے۔ انجیل کا مطلب عام طور پر وہ الہامی صحائف یا پیغام تھا جو ان پر نازل ہوا — قرآن میں انجیل کا تذکرہ ایک الہامی کتاب کے طور پر آتا ہے مگر اس کے بعد کی عیسائی صحائف میں جو تبدیلیاں آئیں وہ الگ معاملہ ہیں۔
- **بعثت کا مقصد :** بنی اسرائیل کی اصلاح؛ یعنی انھیں تورات کے احکام کی اصل روح اور توحید کی طرف واپس لانا۔ اس میں سماجی اصلاح، اخلاقی استحکام، اور شرک و بدعات کا تدارک شامل تھا۔

5۔ معجزات کی تفصیل — آیتِ 49 (آلِ عمران)

آیتِ 49 (ترجمہ) : وہ کہے گا: میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی صورت بناؤں گا، اس میں پھونک ڈالوں گا تو اللہ کی اجازت سے وہ پرندہ بن جائے گا؛ اندھے اور کوڑھیوں کو شفا دوں گا؛ مردوں کو اللہ کی اجازت سے زندہ کر دوں گا؛ اور تمہیں وہ چیزیں بتا دوں گا جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں چھپاتے ہو؛ اگر تم ایمان لاؤ تو یہ میرے لیے دلیل ہے، اور اگر تم ناشکری کرو تو میری ذمہ داری نہیں۔

- **مٹی سے پرندہ بنانا :** یہ معجزہ مادّی اشیاء کو زندگی بخشنے کی علامت ہے مگر قرآن بار بار لفظ "بِاِذْنِ اللّٰہِ" لگاتا ہے تاکہ یہ واضح رہے کہ یہ عیسیٰ کا خود کا قوتِ الٰہی نہیں بلکہ اللہ کی اجازت و قدرت ہے۔
- **نِقَصِیٰ شِفا (الاکمہ و الابْرَص) :** اندھے (اکمہ) اور کوڑھی (ابرص) کی شفاء ایک عام طبی معجزہ نہیں بلکہ واضح آیتِ الٰہی تھی تاکہ لوگوں میں ایمان پیدا ہو۔
- **اَحْیا الْموتی :** مردوں کو زندہ کرنا (جسے قرآن نے بطور معجزہ بیان کیا) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان معجزات کا مقصد دلوں کو مؤمن بنانا تھا اور لوگوں کو اللہ کے قریب لانا تھا۔
- **غیب شناسی (باتیں جو گھر میں چھپائی جاتی ہیں) :** اس سے وہ علمی فضیلت ظاہر ہوتی تھی جسے اللہ نے عیسیٰ کو عطا کیا — مگر پھر بھی قرآن واضح کرتا ہے کہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا۔
- **اخلاقی حدود :** قرآن آخر میں کہتا ہے کہ اگر لوگ ایمان نہیں لاتے تو عیسیٰ کی ذمہ داری نہیں — یعنی نبوت کا پیغام پہنچا دینا ہی شجرۂ اعمالِ پیغمبر کا لازمی حصہ ہے، قبول یا ردِ ایمان انسانوں کا معاملہ ہے۔

معجزات کا وجود اللہ کی مرضی سے ہے اور نبی معجزات کے ذریعے نہیں بلکہ دعوت و اخلاق سے لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمہ داری پر مامور ہوتے ہیں۔

6۔ بنی اسرائیل کی طرف دعوت، انکار اور حواریوں کا ایمان — آیت 50–52 (آلِ عمران)

آیت 50: وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ

ترجمہ: اور (میں آیا ہوں) اس کی تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے تورات میں موجود ہے، اور تاکہ تمہارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں، اور میں رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

آیت 51: إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَـٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

ترجمہ: بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب، پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

آیت 52: فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

ترجمہ: پھر جب عیسیٰ نے ان (بنی اسرائیل) کی طرف سے انکار (کفر) محسوس کیا تو کہا: "کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟" حواریوں نے کہا: "ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار (مسلمان) ہیں۔"

بعثت کا مقصد واضح ہونا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ واضح فرمایا کہ وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے، بلکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات کی تصدیق کرنے والے نبی ہیں۔ یعنی ان کی تعلیمات تورات کے بنیادی اصولوں کی توثیق اور تکمیل کرتی ہیں۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا کہ اللہ کی شریعت ہمیشہ ایک ہی اصول پر قائم رہی ہے — توحید، عبادتِ الٰہی، صدق و عدل، اور نیکی کی تلقین۔

اللہ نے ان کے ذریعے بعض احکامات میں تخفیف فرمائی، یعنی وہ چیزیں جو پہلے بطور سزا بنی اسرائیل پر حرام کی گئی تھیں، حضرت عیسیٰ کے آنے پر ان میں سے کچھ دوبارہ حلال کر دی گئیں۔ یہ بات اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام رحمت و آسانی کے پیغامبر بن کر آئے، اور ان کی شریعت میں سہولت تھی۔

دعوتِ توحید اور اطاعتِ الٰہی (آیت 51)

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل پیغام کو ظاہر کرتی ہے — توحید۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو بلایا کہ اللہ کو واحد معبود مانیں، کیونکہ وہ خود بھی اللہ کے بندے اور نبی ہیں، خدا نہیں۔

یہاں ایک اہم عقیدہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ خدائی مقام دیا گیا ہے نہ الوہیت، بلکہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی اور رسول ہیں۔

انہوں نے فرمایا: "اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"

یہ پیغام اُن عیسائی فرقوں کی غلط فہمی کو دور کرتا ہے جنہوں نے بعد میں ان کو خدا کا بیٹا یا تثلیث (Trinity) کا حصہ قرار دیا۔ قرآن کی روشنی میں وہ عبداللہ (اللہ کے بندے) اور رسول اللہ ہیں۔

حواریوں کی بیعت اور ایمان (آیت 52)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل میں سے اکثر لوگ ان کی دعوت کا انکار کر رہے ہیں اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں، تو انہوں نے پکارا:

"کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟"

اس پکار پر ان کے مخلص شاگردوں نے لبیک کہا جنہیں قرآن "حواریون" کہتا ہے۔

حواریین نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم فرمانبردار (مسلمان) ہیں۔"

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے ایک اہم موڑ کو ظاہر کرتا ہے، جب حق کے ماننے والے چند مخلص دل اُن کے ساتھ کھڑے رہے، جب کہ اکثریت نے انکار کیا۔

یہی حواری بعد میں ان کے پیغام کو دنیا بھر میں پھیلانے کا ذریعہ بنے۔

7۔ رفعِ عیسیٰ — آیتِ 55 (آلِ عمران) اور النساء 157–158 کی تکمیل

آلِ عمران 55 (ترجمہ) : جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری طرح (متوفّی) اٹھالوں گا، اپنی طرف بلند کروں گا اور تمہیں کافروں سے پاک کر دوں گا، اور تمہارے پیروکاروں کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھ دوں گا۔

- **"متوفّیک :"** لفظ کا لغوی مطلب 'پورا لینا' ہے۔ مفسرین نے اس کو طاقتِ الٰہی" کے تحت عیسیٰ کو زندہ اٹھانے کے معنی میں لیا؛ یعنی نہ انہیں سولی دی گئی نہ قتل کیے گئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا۔

سورۃ النساء: آیات 157–158

آیت 157: وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا

ترجمہ: اور ان (یہودیوں) کے اس قول کی وجہ سے کہ "ہم نے مسیح عیسیٰ ابنِ مریم کو، جو اللہ کے رسول تھے، قتل کر دیا ہے" — حالانکہ نہ انہوں نے انہیں قتل کیا اور نہ سولی دی، بلکہ ان کے لیے (کسی اور کو) ان جیسا بنا دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا وہ بھی اس (معاملے) میں شک میں ہیں، ان کے پاس اس کی کوئی پختہ دلیل نہیں، صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور یقیناً انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔

آیت 158: بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

ترجمہ: بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔

1۔ یہودیوں کا دعویٰ اور قرآن کی تردید

یہ آیات بنی اسرائیل کے اس جھوٹے دعوے کی سخت تردید کرتی ہیں جس میں انہوں نے فخر سے کہا تھا کہ "ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا۔"

قرآن واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ: "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ" یعنی نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر چڑھایا۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش کی تھی۔ انہوں نے رومی حکومت سے مل کر انہیں سولی دینے کا منصوبہ بنایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی حفاظت فرمائی اور ان کے دشمنوں پر شبہ ڈال دیا۔

2. "وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ" — شبہ ڈال دیا گیا اس فقرے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت دے دی۔

اکثر مفسرین جیسے ابنِ کثیر، طبری، قرطبی، رازی وغیرہ کے مطابق: جب یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا، اور ان میں سے ایک شخص — بعض روایات کے مطابق یہوداہ (Judas) — کو ان کے چہرے پر حضرت عیسیٰ کی شکل دے دی گئی۔ چنانچہ وہی گرفتار ہوا اور سولی پر چڑھا دیا گیا، اور لوگ سمجھ بیٹھے کہ عیسیٰ مصلوب ہو گئے۔

3. اختلاف اور شک

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Studybeesoffical

"وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ" یعنی جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں (کہ وہ قتل ہوئے یا زندہ اٹھائے گئے)، وہ خود شک میں مبتلا ہیں۔

نہ یہودیوں کے پاس یقین ہے کہ انہوں نے قتل کیا، نہ عیسائیوں کے پاس پختہ علم ہے کہ وہ سولی پر جان دے گئے۔ قرآن بتاتا ہے کہ ان کے تمام اقوال گمان اور افواہوں پر مبنی ہیں۔

4. رفعِ عیسیٰ علیہ السلام (آسمان پر اٹھایا جانا)

آیت 158 میں اللہ تعالیٰ حقیقت بیان فرماتا ہے: "بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" "بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔"

یہ رفع جسمانی اور روحانی دونوں پہلو رکھتا ہے، یعنی اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ جسم کے ساتھ آسمانوں پر اٹھالیا۔

یہی عقیدہ امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔

احادیث میں بھی یہ بات واضح ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب مریم کے بیٹے عیسیٰ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ ختم کر دیں گے۔"

(صحیح بخاری: 3448، صحیح مسلم: 155)

یہ حدیث صاف طور پر بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔

5. اللہ کی قدرت اور حکمت

آیت کے آخر میں فرمایا گیا:

"وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا" یعنی اللہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

یہ اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اللہ اپنے نبیوں کو دشمنوں کے ظلم سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بچا کر اللہ نے اپنی قدرت اور حکمت دونوں کا مظاہرہ فرمایا۔

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ مصلوب، بلکہ اللہ کے حکم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مشہور روایات) حضورِ اکرم ﷺ نے بھی بیان فرمایا کہ ابنِ مریم (عیسیٰ) عنقریب تم میں نازل ہوں گے — اس حدیث سے مرتبۂ نزول اور قیامِ عدل کا تصور مزید مضبوط ہوتا ہے۔

8۔ نزولِ ثانی (دوبارہ آنا) — قرآنی اشارہ + حدیثی دلیل

قرآنی دلیل: سورۃ آلِ عمران 55 میں "وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" — اس سے ہموار معنیٰ یہ بنتی ہے کہ ان کے پیروکاروں کو قیامت تک برتری دی جائے گی؛ تاریخی روایات اور احادیث اس بات کو مکمل کرتی ہیں کہ وہ قیامت کے قریب دوبارہ آئیں گے۔

حدیثی دلائل

- **نزول کا مقصد**: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے تاکہ دجال کو ختم کریں، لوگوں کو توحید کی یاد دلائیں، شریعت قائم کریں اور دنیا میں انصاف کریں۔
- **نزول کی نوعیت**: حدیثوں کی روشنی میں وہ امتِ محمد ﷺ کے زمانے میں انسان کی حیثیت سے آئیں گے، یعنی دنیاوی زندگی گزاریں گے اور معاشرتی و سیاسی کردار ادا کریں گے۔
- **علمی و فقہی معنی**: یہ نقطۂ ایمان کا حصہ ہے — مسلم عقائد میں حضرت عیسیٰ کے عود (واپسی) کو قبول کرنا لازم سمجھا جاتا ہے۔

خلاصہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ورسول تھے، ان کی ولادت معجزاتی تھی اور تمام معجزات اللہ کی اجازت سے ہوئے۔ انہیں علم وحکمت عطا کی گئی، اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھایا اور قیامت سے پہلے وہ دوبارہ آئیں گے تاکہ دجال کا خاتمہ اور عدل قائم کریں، مگر وہ خدا نہیں تھے۔

3۔ اہل کتاب کے باطل عقائد کا رد، ان سے مکالمہ ومباہلہ

سوال 3: سورہ آل عمران کی کس آیت میں اہل کتاب کے باطل عقائد کا ذکر کیا گیا ہے؟ ان عقائد کی وضاحت کریں۔ یا
سورہ آل عمران کی کونسی آیت مباہلہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے؟ مباہلہ کا مقصد اور اس کے نتائج تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: 1۔ سورۃ آلِ عمران اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے باطل عقائد کے رد اور ان کے ساتھ مکالمہ ومباہلہ کے حوالے سے نہایت جامع سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ توحید، رسالتِ محمدی ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت ورسالت، اور دینِ حق کی برتری کو واضح انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں اس پہلو کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

1۔ اللہ کے لیے بیٹا ہونے کا باطل عقیدہ

آیت: قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔

ترجمہ: مریم نے کہا: پروردگار مجھ سے لڑکا کیسے پیدا ہو جائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں؟ اللہ نے فرمایا: اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ "ہو جا" بس وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ایسی ہے کہ کسی بھی مخلوق کی پیدائش کے لیے اسے کسی باپ یا ذریعے کی حاجت نہیں۔ حضرت مریمؑ کے سوال کے جواب میں یہ حقیقت واضح کی گئی کہ عیسیٰؑ کی پیدائش معجزہ ہے، نہ کہ الوہیت کی دلیل۔ اہلِ کتاب کا یہ کہنا کہ اللہ نے بیٹا لیا، اللہ کی شانِ بے نیازی کے خلاف ہے۔ اللہ نہ محتاج ہے، نہ اُس کی الوہیت میں کوئی شریک۔

2۔ عیسیٰؑ کو الٰہ اور معبود بنانا

آیت: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ آل عمران: 59

ترجمہ: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، جسے اس نے مٹی سے پیدا کیا، پھر فرمایا "ہو جا"، تو وہ ہو گیا۔

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے دعوے کا مضبوط عقلی رد پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ کی مثال تو آدمؑ کی طرح ہے۔ آدمؑ کو تو نہ باپ ملا نہ ماں، بلکہ اللہ نے انہیں براہِ راست مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا "ہو جا" تو وہ ہو گئے۔ اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہوتا تو آدمؑ اس کے زیادہ حق دار تھے، لیکن وہ خدا نہیں بلکہ اللہ کے بندے اور نبی ہیں۔

اسی اصول پر حضرت یحییٰؑ کی ولادت بھی معجزہ تھی کہ بڑھاپے اور بانجھ پن کے باوجود اللہ نے انہیں پیدا فرمایا۔ یہ سب اللہ کے امر اور قدرت کے مظاہر ہیں، نہ کہ الوہیت کا ثبوت۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ غیر معمولی پیدائش کسی کو خدا نہیں بنا دیتی؛ سب کا خالق اللہ ہے، اور معجزات اللہ کی قدرت کے اظہار ہیں، مخلوق کی الوہیت کی دلیل نہیں۔ اس طرح یہ آیت مسیح کی الوہیت کے عقیدے کو حتمی طور پر باطل قرار دیتی ہے۔

3۔ . تحریفِ کتاب اور حق چھپانا

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ۔

ترجمہ: کہہ دو کہ: اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب کا گواہ ہے۔

ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ اہلِ کتاب نے اللہ کی واضح نشانیوں کے باوجود حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء کو ان کے اصل مقام سے بڑھا کر الوہیت کے درجے پر فائز کیا۔ یہ انکارِ آیات اسی لیے قرار پایا کہ اللہ نے بارہا توحید کی واضح دلیلیں نازل کیں، مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق ان تعلیمات میں بگاڑ پیدا کر دیا۔ ابنِ کثیر کے مطابق یہ آیت دراصل اہلِ کتاب کو دعوتِ رجوع ہے کہ وہ اپنی تحریف شدہ کتابوں کی بجائے اللہ کی نازل کردہ اصل وحی کی طرف لوٹ آئیں۔

Studybeesofficial

4۔ نصاریٰ کا عقیدہ تثلیث (Trinity) اور الوہیتِ مسیح کا رد:

آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ المائدة: 116

ترجمہ: اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہو گا تو تجھ کو معلوم ہو گا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا بے شک تو علاّم الغیوب ہے

اس عقیدہ کا رد آلِ عمران کی آیات میں ہے

﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ آلِ عمران:6

ترجمہ: وہی ہے جو رحمِ مادر میں تمہاری صورت بناتا ہے جیسی چاہتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ غالب حکمت والا ہے۔"

ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ نے **اپنی تخلیقی قدرت** بطور دلیل پیش کی کہ انسان—خواہ وہ عام انسان ہو، یا نبی، یا ولی—سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ جو ذات انسان کی **صورت گری** خود رحمِ مادر میں کرتی ہے، وہی حقیقی معبود ہے۔ عیسیٰؑ بھی اسی قانونِ تخلیق کے تحت اللہ کے بنائے ہوئے تھے، خواہ ان کی پیدائش میں اللہ نے معجزانہ طریقہ استعمال کیا ہو، لیکن:

- صورت بنانے والا اللہ
- روح پھونکنے والا اللہ
- حکم دینے والا اللہ
- حفاظت کرنے والا اللہ

لہٰذا الوہیت کسی مخلوق میں سرے سے وجود ہی نہیں رکھتی۔

5۔ یہود کی کتاب میں تحریفِ دین

سورۃ آلِ عمران یہودیوں کی دوسری بڑی گمراہی یعنی **تحریفِ دین** کو بھی نمایاں کرتی ہے۔

آیت 71 میں فرمانِ الٰہی ہے" :يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ"۔ اس آیت میں ان کے اس جرم کو بے نقاب کیا گیا کہ وہ حق کو باطل میں ملا دیتے تھے اور اپنی خواہشات کے مطابق دین کی باتیں بدل لیتے یہ تحریف محض لفظی نہیں بلکہ معنوی بھی تھی—وہ کتاب اللہ کو غلط انداز میں پڑھتے، اس کے اصل مفہوم کو بدلتے اور عوام کو یقین دلاتے کہ یہ سب اللہ کے کلام کا حصہ ہے۔ اسی موضوع کو مزید کھولتے ہوئے آیت 78 میں اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور ان (اہلِ کتاب) میں بعضے ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے (نازل ہوا) ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور (یہ بات) جانتے بھی ہیں۔ یعنی ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانیں مروڑ مروڑ کر کتاب پڑھتا ہے۔ ابنِ کثیر اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ وہ تورات کے الفاظ میں تبدیلی کرتے تھے، پھر اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔

6۔ انکارِ نبوتِ محمد ﷺ اور اسکا رد:

آیت 187 میں ان کے کتمانِ حق کا ذکر بھی آیا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ﴾

ترجمہ: اور جب خدا نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار کر لیا کہ (جو کچھ اس میں لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا۔ اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا تو انہں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی۔ یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں برا ہے

اللہ تعالیٰ یہاں اہل کتاب کو ڈانٹ رہا ہے کہ ان سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا کہ کتاب الٰہی تورات اور انجیل میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبی کی جو صفات ہیں، انہیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور انہیں چھپائیں گے نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے سے مفادات کے لئے اللہ کے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ یہ گویا اہل علم کو تلقین و تنبیہ ہے کہ ان کے ہاں جو علم نافع ہے، جس سے لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہو سکتی ہو، وہ لوگوں تک ضرور پہنچانا چاہئے اور دنیوی اغراض و مفادات کی خاطر ان کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے۔ قیامت والے دن ایسے لوگوں کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی

سورۃ آل عمران ایک طرح سے **اہل کتاب کے باطل عقائد کی اصلاح** کا جامع درس ہے۔ قرآن ان کے گمراہ نظریات کو رد کرتے ہوئے صاف، روشن اور عقلی توحید پیش کرتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل شان، اصل مقام اور اصل تعلیم سامنے رکھتا ہے۔

اہلِ کتاب سے مکالمہ

سورۃ آل عمران میں نبی کریم ﷺ کو اہلِ کتاب سے علمی و اخلاقی انداز میں مکالمہ (یعنی دعوت و گفتگو) کا حکم دیا گیا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ آل عمران:64

ترجمہ: کہہ دو اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

یہ آیت اہلِ کتاب سے مکالمے کا بہترین اصول سکھاتی ہے یہ مکالمہ تین بڑے اصولوں پر قائم ہے:

1. مشترکہ بنیاد پر دعوت (Fundamental Dialogue)

سورۃ آل عمران کی سب سے بڑی دعوتی آیت:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ -- آل عمران:64

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ مکالمہ تین اصولوں پر قائم ہے:

- اللہ ایک ہے
- عبادت صرف اسی کی
- اور ہم کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے

یہ آیت اہلِ کتاب کے ساتھ "مکالمہ توحید" کا عالمی منشور ہے۔

2. دلیل کی بنا پر گفتگو (Reasoned Dialogue)

جب نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر اصرار کیا تو قرآن نے عقلی دلیل دی:

سورۃ آل عمران کی آیت 59 نازل ہوئی: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے، اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: ہو جاؤ۔ بس وہ ہو گئے۔

یعنی تخلیق کا قانون ہر جگہ ایک ہے؛ پیدائش کبھی الوہیت کی دلیل نہیں۔

یہی دلیل "مباہلہ" کے واقعے کا مقدمہ بنی۔

3. حجتِ کامل اور پھر مباہلہ (Final Argument)

جب اہلِ کتاب کا وفد (وفدِ نجران) دلائل سے قائل نہ ہوا، تو اللہ نے یہ طریقہ بتایا:

مباہلہ کا واقعہ سورۃ آل عمران، آیت 61 میں بیان ہوا ہے:

Studybeesofficial

آیت: فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا۟ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰذِبِينَ۔

ترجمہ "تمہارے پاس (حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے واقعے کا) جو صحیح علم آگیا ہے اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملے میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ: "آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنے لوگوں کو اور تم اپنے لوگوں کو، پھر ہم سب ملکر اللہ کے سامنے گڑ گڑائیں، اور جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

یہ مکالمے کی آخری شکل ہے:

جب دلیل پوری ہو جائے اور دوسرا گروہ ہٹ دھرمی کرے، تو فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے اس آیت کی شدت اور سچائی دیکھ کر مباہلہ سے انکار کر دیا، اور یہی ان کے باطل ہونے کی واضح دلیل بنی۔

نتیجہ — سورۃ آل عمران کا پیغام

- سورت اہلِ کتاب کے باطل عقائد کا ردّ "علمی، عقلی اور وحیاتی دلائل" سے کرتی ہے۔
- ان کے ساتھ گفتگو جھگڑے کی نہیں، حق کی طرف بلانے کی ہوتی ہے۔
- توحید، رسالت اور کتابِ الٰہی کے اصل اصولوں کا بیان کر کے ان کے عقائد کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔
- مکالمے کا اعلیٰ ترین نمونہ "تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ" ہے۔

سوال: سورہ آل عمران کی کونسی آیت مباہلہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے؟ مباہلہ کا مقصد اور اس کے نتائج تفصیل سے بیان کریں۔

مباہلہ کے معنی: مباہلہ عربی لفظ ہے جس کا لغوی معنی ہے: "کسی متنازعہ مسئلے کا فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہوئے یہ بد دعا کرنا کہ جو فریق جھوٹا ہو وہ برباد ہو جائے"۔ شرعی اصطلاح میں مباہلہ کا مطلب ہے کہ جب سچا اور باطل فریق علمی دلائل کے باوجود اپنی بات پر قائم ہوں، تو اللہ کے حضور لعنت طلب کرنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آنا۔

سورۃ آل عمران میں مباہلہ: مباہلہ کا واقعہ سورۃ آل عمران، آیت 61 میں بیان ہوا ہے:

آیت: فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا۟ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰذِبِينَ۔

ترجمہ "تمہارے پاس (حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے واقعے کا) جو صحیح علم آگیا ہے اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملے میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ: "آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنے لوگوں کو اور تم اپنے لوگوں کو، پھر ہم سب ملکر اللہ کے سامنے گڑ گڑائیں، اور جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

اسے آیت مباہلہ کہتے ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد نجران کے نصاری کا ایک وفد نبی کریم (ﷺ) کے پاس آیا، اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں آپ سے مناظرہ کیا۔ وہ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے، اور نبی کریم (ﷺ) نے دلائل کے ذریعہ ثابت کیا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ جب باطل پر ان کا اصرار حد سے آگے بڑھ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (ﷺ) کو ان کے ساتھ مباہلہ کا حکم دیا۔

1. بنو نجران کا تعارف

نجران یمن کے شمال میں وہ علاقہ تھا جہاں عیسائی قبائل صدیوں سے آباد تھے۔ علومِ مسیحیت، انجیل کی تعلیم اور مذہبی اثر میں پورا خطہ مضبوط تھا۔ اس لیے عرب میں ان کا ایک خاص علمی مقام شمار ہوتا تھا۔ مؤرخین کے مطابق یہ واقعہ 9 ہجری میں پیش آیا، جسے "عام الوفود" بھی کہا جاتا ہے — یعنی وہ سال جس میں مختلف قبائل کے وفود مدینہ آئے۔

وفد کا بنیادی مقاصد:

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے بارے میں سوال

رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دی، تو وہ حضرت عیسیٰ کو "اللہ کا بیٹا" مانتے تھے۔
وہ دلیل چاہتے تھے کہ اگر عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں تو پھر ان کی پیدائش بغیر باپ کے کیسے ہوئی؟

2. اپنے مذہب کا دفاع

وہ اپنی عیسائی عقیدے — تثلیث (Father, Son, Holy Spirit) اور الوہیتِ مسیح — کو قرآن کے مقابلے میں ثابت کرنا چاہتے تھے۔

3. سیاسی تعلقات

مدینہ میں اسلامی ریاست مضبوط ہو چکی تھی۔ نجران آنے کا مقصد سیاسی و معاشی تعلقات بھی تھے تاکہ مستقبل میں کسی ٹکراؤ سے بچا جا سکے۔

4. وفد کی تعداد اور نمائندے

معتبر روایات کے مطابق وفد میں ساٹھ افراد تھے جن میں سے چودہ بڑے اور تین انتہائی اہم لیڈر تھے:

1. العاقِب — وفد کا مذہبی منظم
2. السید — سیاسی سربراہ
3. ابو حارثہ بن علقمہ — نجران کے سب سے بڑے عالم، جنہیں رومی بادشاہ نے خصوصی اعزازات دیے تھے

تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے کہ یہ لوگ اہلِ عرب کے سب سے بڑے مسیحی علما میں شمار ہوتے تھے۔

مذہبی رواداری و احترام:

وفد نے مسجد نبوی میں داخلہ لیا۔ ان کے پاس صلیبیں تھیں، اور وہ اپنے مخصوص مذہبی لباس میں آئے۔ بعض صحابہ نے یہ منظر غیر مانوس پایا، مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: انہیں اپنی مذہبی آزادی کے ساتھ رہنے دیا جائے۔ یہ اسلام کے اعلیٰ گفتگو اور آدابِ مکالمہ کا نمونہ تھا۔

علمی مکالمہ کا آغاز

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت پر گفتگو کا مرکزی نکتہ تھا۔

وفد کا دعویٰ: "عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں، کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔"

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وحی کے دلائل:

سورۃ آل عمران کی آیت 59 نازل ہوئی: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ

ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے، اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: ہو جاؤ۔ بس وہ ہو گئے۔

یہ مثال وفد کے پاس کوئی جواب نہ چھوڑ سکی۔ نصاری کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے تھے، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ نے انہیں بغیر باپ کے پیدا کیا تھا، اللہ نے ان کے دعوے کی تردید کی کہ اگر تمہاری یہ بات صحیح ہوتی تو پھر آدم کو بدرجہ اولی اللہ کا بیٹا ہونا چاہئے تھا، اس لیے کہ اللہ نے انہیں بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا، بلکہ مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو بغیر باپ کے، آدم (علیہ السلام) کو بغیر ماں اور باپ کے، اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کر کے اپنی قدرت مطلقہ کا اظہار کیا ہے۔ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں صحیح عقیدہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

دلائل کی نفی پر تو مباہلہ کی دعوت

قرآن نے حکم دیا کہ اگر یہ لوگ تمام دلائل بعد اب بھی حق قبول نہ کریں تو مباہلہ ہو:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران: 61)

Studybeesofficial

ترجمہ: مہارے پاس (حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے واقعے کا) جو صحیح علم آگیا ہے اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملے میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ: "آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنے لوگوں کو اور تم اپنے لوگوں کو، پھر ہم سب ملکر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں، اور جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔۔

رسول اللہ ﷺ حسن، حسین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لیے نکلے۔

وفد کی گھبراہٹ اور پسپائی: روایات میں ہے کہ ان کے مذہبی سردار "ابو حارثہ" نے کہا: "میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ پہاڑ پر بددعا کریں تو وہ پہاڑ الٹ جائے"! وفد مباہلہ سے فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ یہ ان کے دل کا خوف تھا—اور یہی حق کی جیت تھی۔

نتائج—

1. **مباہلہ نہیں ہوا۔** چونکہ انہوں نے خود ہی مباہلہ سے انکار کر دیا، یہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی کھلی دلیل بن گئی۔
2. **صلح اور معاہدہ:** انہوں نے اسلامی حکومت کے ساتھ مالی معاہدہ (جزیہ) کیا اور کہا کہ ہم امن سے رہیں گے۔
3. **مذہبی آزادی :** نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ حق دیا کہ اپنے مذہب پر قائم رہیں، ان کی عبادت گاہیں محفوظ رہیں، اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔
4. **رسول اللہ ﷺ کی حجتِ کامل ثابت ہوئی:** تمام دلائل کے باوجود انہوں نے حق نہ مانا، مگر مباہلہ سے ہٹ جانا اس بات کا اعتراف تھا کہ دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔

مباہلہ کے فقہی اور اخلاقی نکات

1. مباہلہ کا مقصد : حق کی حفاظت اور باطل پر اڑنے والوں کے سامنے اللہ کی لعنت کے ذریعے حقیقت کو واضح کرنا۔
2. مقام و حالات : مباہلہ صرف علمی دلیل کے بعد، دلائل کے مکمل ہونے کے بعد کیا جاتا ہے۔
3. اہل بیت کی شرکت : اس میں نبی ﷺ کے اہلِ بیت کی موجودگی ضروری ہے، جو ان کی عصمت اور قربانی کو ظاہر کرتی ہے۔
4. اسلامی تعلیمات : مباہلہ شخصی انتقام یا جارحیت کے لیے نہیں بلکہ روحانی اور دینی چیلنج کے لیے ہے۔

4۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

سوال: قرآنِ مجید کی سورۃ آل عمران کی آیات کی روشنی امتِ مسلمہ میں ایک منظم جماعت کے قیام کی ضرورت و اہمیت کیا ہے؟ "خیر امت" کی فضیلت کن اصولوں پر قائم ہے

جواب: 1۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر—سورۃ آلِ عمران

1. آیت 104: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ ": اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں"

". وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ" مفسرین نے یہاں دو نکات بیان کیے:

1. **مِّنكُمْ "کا مطلب یہ نہیں کہ صرف چند لوگ یہ کام کریں** بلکہ پورے معاشرے میں *ایک منظم جماعت* قائم ہو جو اس فریضے کو **پیشہ وارانہ ذمہ داری** کی طرح انجام دے۔
2. باقی امت بھی اپنی استطاعت کے مطابق نیکی کا حکم دیتی رہے گی، مگر یہ مخصوص جماعت علم، حکمت اور بصیرت کے ساتھ یہ کام کرے گی۔

Studybeesofficial

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت امت پر **فرضِ کفایہ** کا بیان ہے، یعنی اگر کوئی جماعت یہ کام کر رہی ہو تو باقی لوگ اس ذمہ داری سے سبکدوش، لیکن اگر کوئی نہ کرے تو پوری امت گناہگار۔

" .يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ" خیر "سے مراد صرف صدقہ، نماز یا عام نیکی نہیں، بلکہ :**اسلام کی مکمل خیر** :ایمان، توحید، رسالت، قرآن وسنت کی تعلیم ,اخلاقِ فاضلہ ,معاشرتی بھلائی،

مفسرین نے "خیر" کی جامع تعریف یہی کی ہے کہ جو چیز اللہ اور رسول ﷺ کے نزدیک خیر ہو، وہی خیر ہے۔ اپنی خواہش یا معاشرے کی مرضی خیر کا معیار نہیں۔

"وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ" " معروف "یعنی: وہ نیک کام جو **شریعت میں واضح طور پر نیکی ہو**

امام رازی لکھتے ہیں کہ "معروف" کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس عمل کو اللہ نے واجب، مستحب یا پسندیدہ قرار دیا ہے، اس کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنا۔ جسے عقلِ سلیم اور اہلِ ایمان فطری طور پر پہچانیں جیسے: عدل، نماز، سچائی، حیاء، انصاف، والدین کی خدمت

"وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ"" منکر "ہر وہ کام جو: قرآن وسنت میں حرام یا ناپسندیدہ ہو، اخلاق، عقل اور فطرت کے خلاف ہو، جیسے ظلم، جھوٹ، فحاشی، دھوکا، سود، غیبت، بے حیائی، منکر سے روکنے میں نصیحت، تعلیم، دلیل اور حکمت داخل ہیں، سختی تب ہی جب کوئی حد پار کرے اور اختیار رکھنے والے حکام کاروائی کریں۔

" .وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"" فلاح "قرآن کی اصطلاح میں: • دنیا میں عزت، دل کا سکون، معاشرتی استحکام، آخرت میں کامیابی، اللہ کی رضا

اس آیت کے آخر میں فلاح انہی کے لیے خاص کی گئی ہے جو دین کی خیر دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں" : یہ اللہ کی طرف سے اس جماعت کی عظیم فضیلت ہے کہ کامیابی ان ہی کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔"

آیت 110 : ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی بھلائی) کے لیے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ آیت امتِ محمدیہ کی فضیلت کا اعلان ہے۔ مسلمان بہترین امت اس لیے ہیں کہ: نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں

ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ اگر امت یہ تین صفات چھوڑ دے تو "خیر امت" ہونے کا مقام کھو دیتی ہے۔ اس آیت میں نیکی اور برائی کی اصلاح کو صرف علماء کا کام نہیں بلکہ پوری امت کی اجتماعی ذمہ داری بتایا گیا ہے۔ یہ کام حکمت، نرمی، اور خیر خواہی کے ساتھ انجام دینا سنتِ نبوی ہے۔

" .كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" - تم بہترین امت ہو : یہ کوئی نسلی یا خاندانی فضیلت نہیں۔ یہ فضیلت **کردار، ایمان، دعوت اور اصلاحِ معاشرہ** کی وجہ سے عطا ہوئی ہے۔

مفسرین کے مطابق "خیر اُمۃ" کے دو معنی ہیں:

1. **تم سب امتوں میں سب سے بہتر ہو**
2. **تمہیں لوگوں کی بھلائی کے لیے منتخب کیا گیا ہے**

"أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" - انسانیت کی بھلائی کے لیے نکالی گئی

امام رازی اور قرطبی لکھتے ہیں کہ:

• یہ امت **منفعتِ عامہ** کے لیے اٹھائی گئی — ہر انسان تک خیر پہنچانا اس کا مشن ہے۔

• تمہاری اصلاح صرف اپنے گھر تک محدود نہیں، بلکہ پوری انسانیت تمہاری ذمہ داری ہے۔ یعنی مسلمان عالمی خیر کے سفیر ہیں۔

"تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ" - نیکی کا حکم دیتے ہو

"امام ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ اہلِ ایمان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ نیکی کو معاشرے میں غالب دیکھنا چاہتے ہیں — صرف خود نیک نہیں بنتے، دوسروں کو بھی نیکی کی طرف لاتے ہیں۔

"وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"-**برائی سے روکتے ہو**

امام بغوی لکھتے ہیں کہ یہ روکنا علم، دانائی، نرم گفتاری اور خیر خواہی سے ہونا چاہیے، تاکہ دلوں میں بگاڑ نہ آئے بلکہ اصلاح ہو۔

Studybeesofficial

"وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"–اللہ پر مضبوط ایمان رکھتے ہو

ایمان انسان کو اخلاص دیتا ہے، جو انسان خود ایمان والا ہو گا، وہی صحیح معنوں میں لوگوں کی اصلاح کرے گا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا طریقہ کار

آیت 159: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

ترجمہ:" یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم ہیں، اگر آپ سخت دل اور تند مزاج ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔"

یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا طریقہ سکھاتی ہے۔ اصلاح ہمیشہ نرمی، محبت اور حکمت کے ساتھ ہونی چاہیے۔ سختی، جھڑکیاں، یا تند لہجہ اصلاح کو مشکل بنا دیتا ہے۔ سنتِ نبوی یہی تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کو نرم انداز سے سمجھاتے تھے۔ اصلاح کا بہترین طریقہ نرم مزاجی ہے کیونکہ لوگ نرمی سے متاثر ہوتے ہیں۔

اہل کتاب کے نیکی پسند لوگوں کی تعریف

آیات 113–114: ﴿لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ﴿وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ:" وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق پر قائم رہتا ہے، راتوں کو اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور سجدے کرتا ہے۔ یہ لوگ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں آگے بڑھتے ہیں۔ اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور خدا پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے"

یہ آیات بتاتی ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ کے نیک بندوں کی اہم علامت ہے۔ کچھ اہلِ کتاب اپنی کتاب کی روشنی میں نیکی پر قائم تھے۔ وہ راتوں کو قیام کرتے، اللہ کی آیات پڑھتے، سجدے کرتے۔ وہ ایمان پر قائم رہتے ہوئے **نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔** اللہ فرماتا ہے کہ ان کی نیکی ضائع نہ ہو گی۔ اہلِ سنت کے مفسرین کے مطابق یہ صفات مسلمانوں کو مزید مضبوط کرتی ہیں کہ نیکی کی دعوت رسولوں اور صدیقین کا طریقہ ہے۔

خلاصہ

سورۃ آل عمران میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نظام چار بنیادوں پر قائم ہوتا ہے:

1. نیکی کی دعوت دینے والی جماعت کا وجود لازم۔ آیت 104
2. امتِ مسلمہ کی فضیلت اسی فریضے سے قائم ہے۔ آیت 110
3. اصلاح کا طریقہ نرم مزاجی اور حکمت پر مبنی ہو۔ آیت 159
4. یہ صفات نیک بندوں کی پہچان ہیں۔ آیت 113–115

اہلِ سنت کی تفاسیر کے مطابق:

- امت کی فضیلت **عملی ذمہ داری** سے جڑی ہے، صرف دعوے سے نہیں۔
- مسلمان خیر کے پھیلانے والے، برائی کے روکنے والے اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔
- یہی وہ اوصاف ہیں جن سے امت "خیرِ امت" بنتی ہے۔
- جب یہ اوصاف کمزور ہوں تو امت کا مقام بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

یہ آیت دراصل امت کو **اس کے عالمی مشن، اس کی دینی ذمہ داری اور اس کے شاندار مقام** کی یاد دلاتی ہے۔

Studybeesofficial

۔اعتصام بحبل اللہ

سوال: قرآنِ مجید کی سورۃ آل عمران کی آیات کی روشنی امتِ مسلمہ میں ایک منظم جماعت کے قیام کی ضرورت واہمیت کیا ہے؟"خیر امت" کی فضیلت کن اصولوں پر قائم ہے

جواب: مفہوم

"اعتصام" کا مطلب ہے کسی چیز کو بچاؤ کے لیے مضبوطی سے پکڑ لینا، اور "حبل اللہ" سے مراد وہ ذریعہ ہے جو بندے کو اللہ سے جوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا "(اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو)۔[سورۃ آلِ عمران:103]

سورۂ آلِ عمران نے حبلُ اللہ (اللہ کی رسی) سے مضبوطی سے جڑے رہنے کا حکم نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ وحدتِ امت، ایمان کی حفاظت اور گمراہی سے بچاؤ کا بنیادی اصول ہے۔ اسی سورت کی آیات اس موضوع کا سب سے مضبوط ماخذ ہیں۔

حبل اللہ' کی تشریح احادیث کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر "اللہ کی رسی" کی وضاحت فرمائی ہے تاکہ امت کسی ابہام کا شکار نہ ہو:

- **قرآن مجید بطور رسی :** آپ ﷺ نے فرمایا" "کتاب اللہ (قرآن) اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے۔ **"جامع ترمذی، حدیث نمبر:3788 / مسند احمد**
- **جماعت اور اتحاد :** ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے اعتصام کا مطلب "جماعت کے ساتھ جڑے رہنا" بتایا" اللہ کا ہاتھ جماعت (اتحاد) پر ہے۔ **"جامع ترمذی، حدیث نمبر:2166**

حکمِ اعتصام

آیت:﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آلِ عمران: 103)

ترجمہ:"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

مفسرین کے نزدیک "حبل اللہ" سے مراد ہے: قرآنِ کریم، سنتِ رسول ﷺ، دینِ اسلام کا مجموعی نظام، جماعتِ مسلمہ کی وحدت

ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ حبلُ اللہ یعنی دینِ اسلام اور کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ یہ آیت امت کی شیرازہ بندی کا سب سے مرکزی اصول ہے۔

اللہ کی نعمتِ ہدایت

آیت:﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ...﴾ (آلِ عمران: 103)

ترجمہ:"اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی"...

اہلِ مدینہ (اوس و خزرج) صدیوں کے دشمن تھے۔ اللہ نے اسلام کے ذریعے ان کے دل جوڑ دیے۔ یہی اعتصام بحبل اللہ کا نتیجہ ہے: دلوں کا اتحاد، دشمنی کا خاتمہ، اجتماعیت کا قیام۔

فرقہ واریت سے بچنے کی تاکید

آیت: وَلا تَكونوا كَالَّذينَ تَفَرَّقوا وَاختَلَفوا مِن بَعدِ ما جاءَهُمُ البَيِّنٰتُ ۚ وَأُولٰئِكَ لَهُم عَذابٌ عَظيمٌ ﴿١٠٥﴾ (آلِ عمران: 105)

ترجمہ:"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے"...

یہود و نصاریٰ کا سب سے بڑا بگاڑ یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ قرآن مسلمانوں کو واضح طور پر تنبیہ کرتا ہے کہ کتابِ اللہ سے ہٹنے اور سنت سے دور ہونے کا لازمی نتیجہ بٹوارہ ہے۔

اہلِ سنت کے مفسرین اسے آیتِ اعتصام (103) کے ساتھ مربوط کرتے ہیں کہ حبلُ اللہ کو چھوڑنا تفرقہ جبکہ حبلُ اللہ کو تھامنا وحدت ہے۔

کتاب اللہ کو تھامنے کا عملی طریقہ

Studybeesofficial

آیت: كُنتُم خَيرَ أُمَّة أُخرِجَت لِلنّاسِ تَأمُرونَ بِالمَعروفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَتُؤمِنونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَو ءامَنَ أَهلُ الكِتٰبِ لَكانَ خَيرًا لَهُم ۚ مِنهُمُ المُؤمِنونَ وَأَكثَرُهُمُ الفٰسِقونَ ﴿١١٠﴾ (آلِ عمران: 110)

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں"

امت کی بھلائی کتاب وسنت کے اجتماعی نظام پر قائم رہنے سے ہے۔ اعتصام کا عملی ثبوت یہی ہے کہ خیر کو قائم رکھا جائے، منکر کو روکا جائے دین اجتماعی طور پر نافذ ہو یہ آیت امت کے کردار کو واضح کرتی ہے کہ وحدت صرف نعروں سے نہیں، عمل سے قائم ہوتی ہے۔

کتابِ الٰہی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم

آیت: وَكَيفَ تَكفُرونَ وَأَنتُم تُتلىٰ عَلَيكُم ءايٰتُ اللَّهِ وَفيكُم رَسولُهُ ۗ وَمَن يَعتَصِم بِاللَّهِ فَقَد هُدِىَ إِلىٰ صِرٰطٍ مُستَقيمٍ ﴿١٠١﴾(آلِ عمران: 101)

ترجمہ: "تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ باوجود یہ کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ موجود ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھادی گئی

یہ آیت بتاتی ہے کہ اعتصام صرف اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی فریضہ بھی ہے۔ ہر شخص کو اللہ کے دین سے جڑے رہنا ہے، ورنہ گمراہی یقینی ہے۔

تفرقہ بازی کی مذمت اور اس کے نقصانات

فرقہ بازی (گروہ بندی) اور آپس کے اختلافات کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے سخت وعیدیں اور انتباہ فرمائے ہیں۔ اسلام میں وحدت اور اتحاد کو فرض، جبکہ تفرقے کو ہلاکت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

ذیل میں تفرقہ بازی کی مذمت میں اہم احادیث مبارکہ درج ہیں:

1۔ تفرقہ بازی ہلاکت کا سبب ہے

نبی کریم ﷺ نے سابقہ امتوں کی مثال دے کر امتِ مسلمہ کو تفرقے سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

- حدیثِ مبارکہ " < : تم سے پہلی قومیں صرف اس لیے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے کثرت سے (بے جا) سوالات کیے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کیا۔"

حوالہ : صحیح بخاری:7288 / صحیح مسلم:1337

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے بنیادی احکامات کو چھوڑ کر بحث ومباحثہ اور تفرقہ کرنا قوموں کی بربادی کا راستہ ہے۔

2۔ امت کے 73 فرقوں میں بٹنے کی پیشگوئی

آپ ﷺ نے امت کو خبردار کیا کہ وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور نجات صرف ایک راستے میں ہے۔

"میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ (کامیاب) گروہ کون سا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس راستے پر چلے گا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ :" جامع ترمذی:2641 / سنن ابی داؤد

اس حدیث میں تفرقے سے بچنے کا واحد حل "سنتِ رسول ﷺ اور سنتِ صحابہ" کی پیروی کو قرار دیا گیا ہے۔

3۔ جماعت (اتحاد) سے علیحدگی کی ممانعت

اسلام میں مسلمانوں کی جماعت سے کٹ کر الگ راستہ اختیار کرنے کو جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے۔

"جس نے (مسلمانوں کی) جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور اسی حالت میں مر گیا، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔" صحیح مسلم:1848

4۔ تفرقہ کرنے والا ہم میں سے نہیں

آپس کی لڑائی جھگڑے اور تفرقہ بازی کو آپ ﷺ نے کفر کے مشابہ قرار دیا۔

"میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔" صحیح بخاری:121 / صحیح مسلم

اللہ کی رسی کو چھوڑنے کا نتیجہ تفرقہ (فرقہ واریت) ہے، جس کے بارے میں سخت انتباہ دیا گیا ہے

نجات کا انحصار کتاب وسنت پر

آیت: وَمَن يَعتَصِم بِاللَّهِ فَقَد هُدِىَ إِلىٰ صِرٰطٍ مُستَقيمٍ ﴿١٠١﴾ (آلِ عمران: 101)
ترجمہ:" جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھادی گئی"

سورہ آلِ عمران بار بار اس اصول کو دہراتی ہے کہ ہر اختلاف کا فیصلہ: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور دینِ اسلام کی کلی اطاعت پر مبنی ہو گا۔

حاصل کلام

سورہ آلِ عمران **وحدتِ امت کا مرکزی ستون ہے۔ یہ** سکھاتی ہے کہ " **اعتصام بحبل اللہ**"، قرآن وسنت پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ اس کا نتیجہ دلوں کا اتحاد، فرقہ واریت کا خاتمہ، سیدھی ہدایت، اور خیرِ امت کا قیام۔ **ترکِ اعتصام:** تفرقہ، اختلاف، کمزوری اور بگاڑ ہے۔

تفکر فی الخلق اور ذکرِ الٰہی

1۔ سورۃ آلِ عمران میں تفکر فی الخلق اور ذکرِ الٰہی کو آیات مع ترجمہ اور تشریح شامل کریں۔

جواب:

سورۃ آلِ عمران قرآن مجید کی اہم سورتوں میں سے ہے جس میں عقیدہ، عبادت، جہاد، صبر اور توکل جیسے بنیادی مضامین بیان ہوئے ہیں۔ اس سورت میں خصوصیت کے ساتھ انسان کو دو عظیم روحانی ذرائع عطا کیے گئے ہیں:

☆ کائنات میں غور و فکر (تفکر)

☆ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر

علماء دین کے نزدیک یہی دونوں چیزیں ایمان کی پختگی، معرفتِ الٰہی اور اصلاحِ نفس کا ذریعہ بنتی ہیں۔

اوّل: تفکر فی الخلق (کائنات میں غور و فکر)

1۔ انسانی تخلیق میں غور

آیت 6:" :"هُوَ الَّذى يُصَوِّرُكُم فِى الأَرحامِ كَيفَ يَشاءُ ۚ لا إِلٰهَ إِلّا هُوَ العَزيزُ الحَكيمُ ﴿٦﴾
ترجمہ:" وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غالب ہے، حکمت والا ہے"

یہ آیت انسان کو اپنی ابتدا پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ رحمِ مادر میں نہ کوئی ڈاکٹر ہوتا ہے، نہ کوئی منصوبہ ساز — پھر بھی ہر انسان منفرد شکل، رنگ، صلاحیت اور نظامِ جسم کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خالق ایک بااختیار اور حکیم ہستی ہے۔

تفکر کا پہلا مرحلہ یہی ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو پہچانے، تکبر چھوڑے اور بندگی اختیار کرے۔ مفسرین کے مطابق انسانی تخلیق میں غور کرنے سے اللہ کی قدرت، علم اور حکمت تینوں کا ادراک ہوتا ہے۔

2۔ نظامِ کائنات میں غور

آیت27:" تولِجُ الَّيلَ فِى النَّهارِ وَتولِجُ النَّهارَ فِى الَّيلِ ۖ وَتُخرِجُ الحَىَّ مِنَ المَيِّتِ وَتُخرِجُ المَيِّتَ مِنَ الحَىِّ ۖ وَتَرزُقُ مَن تَشاءُ بِغَيرِ حِسابٍ ."
ترجمہ ":تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے، تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے، تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے"

Studybeesofficial

دن اور رات کی آمد و رفت محض طبعی عمل نہیں بلکہ ایک نہایت منظم نظام ہے۔ اگر دن مسلسل رہے تو زندگی ممکن نہیں، اور اگر رات ہمیشہ رہے تو بھی تباہی ہو جائے۔
اس توازن سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات اتفاق سے نہیں بلکہ ایک حکیم رب کے انتظام سے چل رہی ہے۔
یہ آیت انسان کو سائنسی نہیں بلکہ ایمانی بصیرت کے ساتھ کائنات کو دیکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

3۔ تاریخ اور اقوام کے انجام میں غور

آیت 137" :قَد خَلَت مِن قَبلِكُم سُنَنٌ فَسيروا فِي الأَرضِ فَانظُروا كَيفَ كانَ عٰقِبَةُ المُكَذِّبينَ ﴿١٣٧﴾
ترجمہ: تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں، سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟۔
یہ آیت انسانی تاریخ کو بھی غور و فکر کا موضوع بناتی ہے۔ عظیم قومیں جن کے پاس طاقت، دولت اور تہذیب تھی—جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو تباہ ہو گئیں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں اصل قوت اخلاق اور ایمان کی ہے، نہ کہ صرف مادی طاقت کی۔ مومن کے لیے تاریخ عبرت کا خزانہ ہے، نہ کہ صرف معلومات کا مجموعہ۔

4۔ کائنات کی تخلیق میں جامع تفکر

آیت 190:" الَّذينَ يَذكُرونَ اللَّهَ قِيٰمًا وَقُعودًا وَعَلىٰ جُنوبِهِم وَيَتَفَكَّرونَ فى خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ رَبَّنا ما خَلَقتَ هٰذا بٰطِلًا سُبحٰنَكَ فَقِنا عَذابَ النّارِ ﴿١٩١﴾
ترجمہ:"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

یہ آیت تفکر فی الخلق کی مرکزی آیت ہے۔ آسمان کی وسعت، ستاروں کا نظام، زمین کی ساخت، موسموں کی تبدیلی—سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔
"اولو الالباب "یعنی عقل والے وہ ہیں جو ان نشانیوں کو دیکھ کر خالق تک پہنچتے ہیں۔ محض دیکھنا کافی نہیں بلکہ صحیح نتیجہ اخذ کرنا اصل عقل ہے۔
اہلِ سنت کے مفسرین کے مطابق کائنات اللہ کی کتابِ تکوینی ہے جسے پڑھ کر انسان معرفتِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔

دوم: ذکرِ الٰہی

1۔ ہدایت پر ثابت قدمی کی دعا

آیت 8
رَبَّنا لا تُزِغ قُلوبَنا بَعدَ إِذ هَدَيتَنا وَهَب لَنا مِن لَدُنكَ رَحمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الوَهّابُ ﴿٨﴾
ترجمہ " :اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے"
یہ دعا اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ ہدایت مل جانا کافی نہیں بلکہ اس پر قائم رہنا اصل کامیابی ہے۔ دل اللہ کے اختیار میں ہے، اس لیے مومن ہمیشہ اللہ سے استقامت مانگتا ہے۔ یہ ذکر انسان کو عاجزی سکھاتا ہے اور غرور سے بچاتا ہے۔

2۔ مغفرت اور رحمت کی دعا

آیات 16-17"لَّذينَ يَقولونَ رَبَّنا إِنَّنا ءامَنّا فَاغفِر لَنا ذُنوبَنا وَقِنا عَذابَ النّارِ ﴿١٦﴾ الصّٰبِرينَ وَالصّٰدِقينَ وَالقٰنِتينَ وَالمُنفِقينَ وَالمُستَغفِرينَ بِالأَسحارِ ﴿١٧
ترجمہ: جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا، جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں "
مومن اپنی نجات کو اپنے اعمال پر نہیں بلکہ اللہ کی رحمت پر موقوف سمجھتا ہے۔ یہ دعا خوف اور امید دونوں کا مجموعہ ہے—خوفِ عذاب اور امیدِ مغفرت۔
یہ مسلسل توبہ اور رجوع الی اللہ کی تعلیم دیتی ہے۔

3۔ کثرتِ ذکر کا حکم

آیت 41:"الَ رَبِّ اجعَل لى ءايَةً ۖ قالَ ءايَتُكَ أَلّا تُكَلِّمَ النّاسَ ثَلٰثَةَ أَيّامٍ إِلّا رَمزًا ۗ وَاذكُر رَبَّكَ كَثيرًا وَسَبِّح بِالعَشِىِّ وَالإِبكٰرِ ﴿٤١﴾

ترجمہ: "کہنے لگے پروردگار! میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دے، فرمایا، نشانی یہ ہے کہ تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا، صرف اشارے سے سمجھائے گا، تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح و شام اسی کی تسبیح بیان کرتا رہ!"

اسلام میں ذکر کسی خاص عبادت تک محدود نہیں بلکہ زندگی کا مستقل عمل ہے۔ زبان سے تسبیح، دل سے یاد اور عمل سے اطاعت — یہ سب ذکر کی صورتیں ہیں۔
کثرتِ ذکر دل کو غفلت سے پاک کرتی ہے اور انسان کو گناہوں سے بچاتی ہے۔

4۔ کامل مومن کی صفت: ذکر اور تفکر کا امتزاج

آیت 191-192

إِنَّ فِي خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ وَاختِلٰفِ الَّيلِ وَالنَّهارِ لَأٰيٰتٍ لِأُولِي الأَلبٰبِ ﴿١٩٠﴾ الَّذينَ يَذكُرونَ اللَّهَ قِيٰمًا وَقُعودًا وَعَلىٰ جُنوبِهِم وَيَتَفَكَّرونَ فى خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ رَبَّنا ما خَلَقتَ هٰذا بٰطِلًا سُبحٰنَكَ فَقِنا عَذابَ النّارِ ﴿١٩١﴾

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے"

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ آیات (190-191) "اولی الالباب" یعنی عقلِ سلیم رکھنے والوں کی صفات بیان کرتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم" سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں؛ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں۔ ابن کثیر واضح کرتے ہیں کہ اس میں نماز بھی شامل ہے اور نماز کے علاوہ عام حالات میں ذکر بھی۔ پھر وہ "ویتفکرون فی خلق السماوات والارض" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی عظیم قدرت، اس کی حکمت اور اس کی کامل تخلیق میں غور کرتے ہیں۔ یہ تفکر انہیں اس نتیجے تک پہنچاتا ہے کہ "ربنا ما خلقت ھذا باطلاً" — یعنی یہ کائنات کھیل تماشہ نہیں بلکہ حکمت اور مقصد کے تحت پیدا کی گئی ہے۔ ابن کثیر یہاں یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان آیات کی تلاوت کر کے گریہ فرماتے تھے اور فرمایا کہ ہلاکت ہے اس کے لیے جو ان آیات کو پڑھے اور ان میں غور نہ کرے۔ اس سے وہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تفکر فی الخلق ایک مطلوب اور محمود عبادت ہے جو ایمان کو گہرا کرتی ہے۔ یہ آیت ذکر اور تفکر دونوں کو یکجا کرتی ہے۔ صرف ذکر کرنے والا عابد تو بن سکتا ہے مگر بصیرت نہیں پاتا، اور صرف غور کرنے والا فلسفی تو بن سکتا ہے مگر بندگی نہیں۔

کامل مومن وہ ہے جس کا دل ذکر سے زندہ اور عقل تفکر سے روشن ہو۔ یہی معرفتِ الٰہی کا اعلیٰ مقام ہے

حاصل کلام:

سورۃ آلِ عمران کے مطابق کامیاب مومن کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں:

☆ وہ کائنات میں اللہ کی نشانیاں پہچانتا ہے
☆ اپنی تخلیق اور تاریخ سے عبرت حاصل کرتا ہے
☆ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتا ہے
☆ عاجزی، دعا اور استقامت اختیار کرتا ہے

تفکر انسان کو اللہ کی معرفت تک پہنچاتا ہے اور ذکر اسے اللہ کے قرب میں قائم رکھتا ہے۔ جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو کامل ایمان پیدا ہوتا ہے۔

نوٹ: جواب میں شامل آیات صرف یاددہانی کے لیے درج کی گئی ہیں تاکہ آپ موضوع کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اس کی روشنی میں امتحانی سوالات تیار کر سکیں۔ ان آیات کو عموماً یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ براہ کرم صرف ترجمے اور تشریح پر توجہ دیں۔

StudyPoint Official

Studybeesofficial/